JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 41, Issue No.02

TITLE OF THE PAPER

فیض کا تصورِ انسان (''صلیبیں مرے دریچے میں'' کے تناظر میں)

AUTHOR(S)

* **Farah Noureen**
Instructor Urdu, Govt. Graduate College of Commerce, Bahawalnagar
** **Nazia Zareen**
EST, Govt. Girls High School
Nabi Pur, Uch Sharif.

CONTACT

* shafughati@gmail.com
** saadhassanuch@gmail.com

HISTORY OF THE PAPER

Received on: Oct 28, 2025
Accepted on: Dec 30, 2025
Published on: Dec 31, 2025

DETAIL(S)

Volume No. 41, Issue No. 02, Page No: 45-52
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

COPYRIGHT

©The author(s) 2025. ©Journal of Research (Urdu) 2025.
This publication is an open access article.

JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Asif
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 333 6062921

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
muhammadasif12@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

* فرح نورین ** نازیہ زریں

فیض کا تصورِ انسان (''صلیبیں مرے دریچے میں'' کے تناظر میں)

Faiz's concept of humanity (in the context of "Salībain Meray Dareechay Mein")

ABSTRACT

Faiz Ahmed Faiz is a celebrated Urdu poet The collection of his letters " Saleebain Marry Darachy Main" is a memorial of his days of imprisonment Although these letters are personal in nature, but in them he has made the human being of his era the subject of discussion He expressed his thoughts openly about degradation of Humanity He has specifically mentioned in his letters the virtuous qualities that contribute to making society more beneficial He gave humans the courage to live with dignity and pride He emphasize that every individual should utilize their abilities to contribute to the social development.

KEYWORDS

Saleebain Marry Darachy Main, Human Being of his era, Degradation of Humanity, Virtuous Qualities, Dignity and Pride, Social Development

انسان اور انسانیت کا موضوع فیض کے فکری نظام کا سب سے بڑا حوالہ ہے انسان ان کا سب سے بڑا مخاطب ہے انہوں نے اپنے خطوط میں انسان کے حقوق کی پاسداری پر بڑے جاندار انداز میں قلم اٹھایا انہوں نے انسان کو جینے کا سلیقہ سکھایا بلکہ سر اٹھا کر جینے کا حوصلہ بھی دیا انسانیت ایک وصف ہے جو محبت، ہمدردی اور رواداری پر استوار ہے اپنے ایک خط میں فیض رقمطراز ہیں ''دنیا کی سب سے عزیز چیز یعنی انسانوں کی صحبت ہے''(1) فیض اچھے انسانوں کی صحبت کے میسر آنے کو عطیہ خداوندی سمجھتے ہیں اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل بے مثل رفقاء اعلیٰ و ارفع مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ انہوں نے انسانوں سے محبت کا پیغام دیا اور ان کی باہمی رفاقت کو صحت مند اور

پر سکون معاشرے کے لیے ضروری قرار دیا تمام بنی نوع انسان اولاد آدم و حوا ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر فضیلت دی اور انسان کو اپنی بہترین تخلیق قرار دیا ساری مخلوق خدا کا کنبہ کہلائی فیض کا ماننا ہے کہ ایک انسان کا وجود دوسرے انسان کے لیے خیر کا باعث ہونا چاہیے۔ انہوں نے انسانوں کی باہمی دوستی کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا وہ سمجھتے ہیں کہ جس کا حلقہ احباب جس قدر وسیع ہو گا وہ اسی قدر خوش قسمت ہو گا اسی لیے دوست احباب کے معاملے میں وہ اپنی خوش نصیبی پر ہمیشہ نازاں دکھائی دیے۔ وہ ایک انسان کے دوسرے انسان کو دلی طور پر قبول کرنے اور دوسروں کے ساتھ اعلیٰ ظرفی کے مظاہرے کو عبادت کا درجہ دیتے وہ نہ تو خود آدم بیزار تھے اور نہ ہی کسی ایسے رویے کے حامی تھے۔ اس دور بلاخیز میں ایک انسان کو دوسرے انسان کی پہلے سے زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے اپنے ایک خط میں فیض لکھتے ہیں "ہمارا دور شاید تاریخ کا سب سے شجاعانہ اور ولولہ انگیز دور ہے"(2) فیض انسان کو اس کی ذمہ داریاں یاد دلاتے ہیں جب وقت اور حالات تبدیلی کے لیے سازگار ہوں تو ایسے میں انسان کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ تعصب اور عدم برداشت کے خلاف صدا بلند کرنا امن کی جانب پہلا قدم قرار دیا جا سکتا ہے انسان کو درپیش مسائل سے نجات دلانے کے لیے کسی جرات مند انسان کو قدم بڑھانا ہو گا فیض تعصبات سے بالاتر ہو کر ایک دوسرے کو تھام لینے کا جوش اور ولولہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں یوں تو عہد حاضر میں سائنس نے ترقی کے نئے مدارج طے کیے لیکن انسان کو تنہا کر دیا ایک انسان مادی ترقی کو سب کچھ سمجھ بیٹھا اور اس طرح انسانیت پر سے اعتبار کمزور ہوتا گیا ایسے میں فیض اپنے عہد میں سانس لینے والوں کو ایک لڑی میں پرونے کی بات کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر شخص کو اپنا وقار بحال رکھنے کی تگ و دو کرنی چاہیے ایک فرد کی بقا میں پوری انسانیت کی بقا میں مضمر ہے۔

فیض کے خط کا ایک جملہ ہے "خیر کی ہار کبھی نہیں ہوتی"(3) فیض ایک پر سکون معاشرے کے خواہاں ہیں جہاں کے باسیوں کو وہ جن اخلاقی خوبیوں سے مزین دیکھنا چاہتے ہیں ان میں نیکی کی پرورش کو اولیت حاصل ہے اخلاقیات کی بنیاد خیر پر ہے اس لیے وہ خیر کی جیت پر بہت پر اعتماد ہیں نیکی اور بدی کی آویزش ازل سے ابد تک ہے فیض نے شر کی معنویت کو وسیع کیا ان کے نزدیک قدامت پرستی بھی شر ہے اگر وہ خوشحال ترقی یافتہ معاشرے کی راہ میں رکاوٹ بن جائے، جب منزل کی جانب رواں دواں قدموں کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کی جائے جب فکری آزادی کو غلامی میں بدلنے کی کوشش کی جائے اور جب کوئی خاص گروہ کسی آزاد انسان کی نیکوکاری کو مشکوک بنا دے فیض نے ان تمام چیلنجوں کے سامنے سینہ سپر ہونے کو نیکی قرار دیا فیض کو نیکی کی جیت پر پختہ یقین ہے یہی یقین انہیں امید کی راہ

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

پر گامزن کرتا ہے ان کی امید کا جنم ان کے یقین کے بطن سے ہوا بلاشبہ کسی بھی رجائیت پسند انسان کی طرح امید فیض کا بھی سرمایہ حیات ہے۔

فیض اپنے ایک خط میں انسان کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''جب تک زندگی باقی ہے کسی مصیبت کے سامنے سرنگوں نہیں ہونا چاہیے''(4) فیض نے بازار میں پابجولاں چلنے، خود کو کوہ گراں ثابت کرنے، دشنام طرازی کو نظر انداز کرنے، بچے ہوئے سنگ سمیٹنے، صف دشمناں میں کھلبلی مچانے، تیرگی کو سحر میں بدلنے، حسن و محبت کی حکایات پر سر دھننے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ بھی دیا اور جواز بھی فراہم کیا زندگی آگے بڑھنے کا نام ہے انہوں نے جہاں مسیحا کی سفاکیت کو درخواعتنانہ سمجھا وہیں گیت میں چھپے نشتر کو نظر انداز کر کے انسان کو زندگی کے نشاط کی جانب متوجہ کیا ان کے نزدیک زندگی پر کیف ہے اور چراغ سر راہ قدرت کی خاص عنایت ہے جس سے زندگی کی تلخیوں سے جنم لینے والا گھٹاٹوپ اندھیرا ختم ہوتا ہے فیض کی نظر میں زندگی ''بہت خوب شے بھی ہے اور بہت حسین بھی''(۵) انہوں نے دکھی دلوں کو زندگی سے محبت کرنے کا درس بڑے وقار کے ساتھ دیا وہ زندگی سے بہت سی امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہیں وہ زندگی سے محبت کو انسان کا اثاثہ سمجھتے ہیں ان کا ماننا ہے کہ زندگی خطاؤں کو درگذر کر کے آگے بڑھنے کا موقع فراہم کرتی ہے دشت میں بھٹکنے سے بچاتی ہے، فلک پر چمکتے تاروں کی مانند نشان منزل کا پتا دیتی ہے فیض نے تلخئ ایام کے گھونٹ پینے والوں کو زندگی سے عشق کے آداب سکھائے انہوں نے موسم گل اور جمال شمس و قمر کی جانب متوجہ کر کے بزم زندگی میں چراغ روشن کرنے کی تگ و دو کی زندگی کی نعمتوں پر شکر گزاری ان کا مسلک ہے وہ انسان کو اپنے فکر و عمل میں شکر گزار دیکھنا چاہتے ہیں۔

فیض اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ''بیشتر دکھ درد وہ حالات اور عوامل پیدا کرتے ہیں جن کا وجود کسی فرد کی ذمہ داری ہے اور نہ ہی اس کی خطا۔''(6) انہیں انسان کی ازلی بے بسی کا احساس ہے لیکن وہ تقدیر کے جبر اور حالات کی ستم ظریفی سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے خوابوں کی جنت میں پناہ لیتے ہیں وہ تلخیوں اور رنجشوں کی بجائے زندگی کے جمالیاتی پہلوؤں کو دیکھنے پر زور دیتے ہیں۔

ایک حقیقت شناس اور بلند آہنگ ادیب ان تمام پہلوؤں سے آگاہ ہوتا ہے جنہوں نے انسانی وقار کو شدید متاثر کیا ہو جو حبس میں اضافے کا باعث بنے ہوں فیض نے ان تمام عوامل واسباب کو آشکار کیا جو گھٹن زدہ ماحول کو انسان کا مقدر کر دیتے ہیں یوں فرد کی زندگی عذاب بن جاتی ہے اس کی سوچ پر پہرے لگا دیے جاتے ہیں اس کی

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

آرزوؤں کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے اور اس کی آزادی سلب کر کے اسے اس کے پیدائشی حق سے محروم کر دیا جاتا ہے انسان جس ماحول میں پرورش پاتا ہے اسے زہر آلود کر دیا جاتا ہے فیض کی نظر ایسے تمام عوامل پر ہے جو قدرت کی جانب سے انسان پر لاد دیے جاتے ہیں اور ایسے منفی رویوں پر بھی ہے جن کی بھینٹ چڑھ کر انسان ضائع ہو جاتا ہے رائیگانی کا یہ احساس فرد کو مار ڈالتا ہے فیض کو ایسے کار آمد انسانوں کے ساتھ قدرت کا جبر اور معاشرے کی بے حسی بہت کھلتی ہے جو ان کے حساس ادیب ہونے پر دلالت کرتی ہے اس سب کے باوجود فیض زندگی کی بات کرتے ہیں وہ زندہ رہنے کا جواز پیش کرتے ہیں زندگی کے حسین پہلوؤں پر یقین رکھتے ہوئے ایک خط میں رقمطراز ہیں ''تلخی کو اس سرور تحیر پر غالب آنے نہیں دینا چاہئے جو نعمت زندگی کی عطا ہے۔''(7) یوں تو زندگی اپنی اچھائیوں اور برائیوں، خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ جل گر ہوتی ہے لیکن فیض ہر دن ایک نئے چیلنج کا سامنا کرنے اور ایک نئے تجربے سے گزرنے کو زندگی کا حسن قرار دیتے ہیں وہ اسے سیکھنے کا عمل سمجھتے ہیں جو ہر انسان کے لیے بے حد ضروری ہے فیض کا ماننا ہے کہ زندگی انسان کو خود جینا سکھاتی ہے اسے زندہ ہونے کا جواز بھی زندگی خود ہی فراہم کرتی ہے اور تمام سبق بھی زندگی ہی دیتی ہے۔

''صلیبیں میرے دریچے میں'' شامل خطوط میں فیض انسانی رویوں کی بات بھی کرتے ہیں اور ان صفات کی بھی جن سے وہ انسان کو مزین دیکھنا چاہتے ہیں معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے ان کے پیش نظر جس صحت مند معاشرے کی تعمیر و تشکیل ہے اس کے لیے افراد میں جو اوصاف ناگزیر ہیں وہ اپنے خطوط میں بطور خاص ان کی نشاندہی کرتے ہیں ان کے خطوط سے چند مثالیں درج ذیل ہیں فیض ''بیش قیمت وقت کا مجرمانہ زیاں''(8) معاشرے کی پستی اور قوموں کی تنزلی کا بڑا سبب سمجھتے ہیں ایک اور خط میں لکھتے ہیں ''اپنے کام سے کسی صورت جی چرانا نہیں چاہئے''(9) محنت اور ایمانداری کا مظاہرہ کرنے والی قومیں کبھی بھی ناکام نہیں ہوتیں یہ اوصاف کسی بھی قوم کو دنیا کی نظر میں معتبر ٹھہراتے ہیں فیض ایک خوشحال معاشرے کا جو خواب سجائے ہوئے ہیں اس کی تعبیر جہد و عمل میں پنہاں ہے کسی بھی معاشرے کی خوشحالی کا دارومدار وہاں بسنے والے افراد کی محنت اور لگن پر ہوتا ہے محنت کے بل بوتے پر ہی قومیں معزز ہوتی ہیں فیض کا ماننا ہے کہ اگر انسان کچھ کرنے کی ٹھان لے تو پھر اس کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں معاشرے کی ترقی میں ہر شخص کو اپنا حصہ ڈالنا چاہیے اپنی خداداد صلاحیتوں کو دریافت کر کے ان کے بھرپور استعمال سے ہی معاشرے کی ترقی ممکن ہے قومی ترقی میں فرد کی نیت کا بڑا عمل دخل ہے اس کی نیک نیتی اور اپنے کام سے لگن

ہی اس کی پہچان بنتی ہے۔

فیض اپنے خطوط میں انسان کو سر اٹھا کر جینے کا پیغام دیتے ہیں اس کے لیے وہ جن صفات عالیہ کو ضروری خیال کرتے ہیں ان کا تزکرہ بھی ان کے خطوط میں جا بجا ملتا ہے ایسے ہی ایک خط میں لکھتے ہیں "آدمی اپنی دیانت اور خلوص باطن کے بھروسے سر اٹھا کر چل سکتا ہے۔"(10)فیض کا یہ منشور حیات ہے جو کسی بھی موقع کسی بھی حالت میں ناکام ثابت نہیں ہو سکتا انسان کا حقیقی زیور اس کی دیانت داری اور خلوص ہے ان صفات کی وجہ سے وہ دیگر انسانوں میں آسانیاں بانٹتا ہے یہ امر در حقیقت انسان کے انسان ہونے کی تصدیق ہے انسان کی دوسرے انسان سے وفاداری انسانیت کا تقاضا ہے فیض کے انسانوں سے محبت کے جذبات سے لبریز والا نامے موجودہ دور کے انسان کے لیے بطور مثال پیش کیے جا سکتے ہیں وہ اس ضمن میں لکھتے ہیں "ذہن کو غذا بہم پہنچانے کے لیے دوسرے انسانوں سے میل ملاپ ضروری ہے۔"(11) یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ادراک ایک بصیرت افروز ادیب ہی کر سکتا ہے فیض انسانی تعلق اور ان کے باہمی روابط کو ادب کی تخلیق کے اہم محرکات میں شمار کرتے ہیں اس قسم کی سوچ رکھنے والا انسان اپنے ارد گرد بسنے والوں کی خوشیوں اور دکھوں کا ساتھی ہوتا ہے فیض کے خطوط میں اجتماعیت کا گہرا رنگ ان کے اسی باوقار رویے کا ثبوت ہے وہ انسانوں کے باہمی رابطوں کو ضروری خیال کرتے ہیں وہ ایک پر خلوص معاشرے کی تشکیل کے حامی ہیں ان کی شاعری کی طرح ان کے خطوط بھی ان کی نیک نیتی کا ثبوت ہیں۔

فیض نے اپنی پوری زندگی انسان دوستی کا جو سبق پڑھایا وہ ساری زندگی خود بھی اس پر کاربند رہے وہ آج بھی انسانی وقار کی علامت سمجھے جاتے ہیں ان کے لیے ہر انسان قابل احترام اور خاص ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی رنگ و نسل، خطے، ذات برادری، زبان اور مذہب سے ہو وہ اپنی پوری زندگی بلا کسی تفریق کے بنی نوع انسان کے آنسو پونچھنے، دکھوں کا مداوا کرنے، محرومی ختم کرنے اور تکالیف سے نجات دلانے پر عمل پیرا رہے انہوں نے حق اور سچ کی بات کی انہوں نے پسے ہوئے انسان کے حقوق کے لیے آواز بلند کی فیض لکھتے ہیں "بلندیوں پر سے انسان نیچے کی انسانی دنیا کو بہت بسیط اور جامع نظر سے دیکھ سکتا ہے۔"(12) یہ وہ ظرف ہے جو فیض کا خاصہ ہے وہ ایک کامیاب انسان کو دیگر انسانوں کی نسبت زیادہ حلیم، بردبار، ملنسار اور انسان پرست دیکھنا چاہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ ایک کامیاب انسان کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں ان ذمہ داریوں میں اپنے سے نیچے لوگوں کی خود اعتمادی بڑھانا اور ان کے مسائل سمجھنا ہے انہیں حقیر اور بے کار ہونے کی محرومی سے نکالنا ہے ایک کامیاب انسان کی مثال اس پھلدار درخت کی مانند ہوتی ہے

جس کی شاخیں پھل کے بوجھ سے جھکی ہوتی ہیں وہ اعلیٰ مناصب پر فائز افراد سے گھنے پیڑ کی سی خوبیوں کا تقاضا کرتے ہیں جن کی ذات انسانیت کے لیے باعث سکون اور وجہ ظفر ہو وہ متکبر لوگوں کو انسانیت کے ماتھے کا کلنک اور انسان سے اخلاص برتنے والوں کو انسانیت کے ماتھے کا جھومر قرار دیتے ہیں وہ احساس تفاخر کا شکار بے فیض طبقہ کی جانب سے اشرف المخلوقات کو ذرہ بے نشاں اور خس وخاشاک سمجھنے کی مذمت کرتے ہیں ان کے لیے یہ تحقیر آمیز رویہ ناقابل قبول ہے وہ پسے ہوئے مظلوم طبقے کی آنکھوں میں کائنات کی سروری کے خواب سجاتے ہیں وہ صاحب اقتدار افراد کو پسے ہوئے مجبور طبقے کے معاشی مسائل حل کر کے ان کی زندگی بہتر بنانے کی ترغیب دیتے ہیں وہ اپنے کلام کی طرح اپنے خطوط میں بھی سماجی عدل، رواداری اور معاشی استحکام کو سب کا بنیادی حق تسلیم کرتے ہیں وہ طبقاتی تقسیم کے سخت خلاف ہیں اس لیے وہ معاشی مساوات کے علمبرداروں میں شمار کیے جاتے ہیں وہ معاشی مساوات پر مبنی معاشرے کی تعمیر و تشکیل کو ہی انسانی فلاح و بہبود کا ضامن سمجھتے ہیں وہ دولت کی منصفانہ تقسیم کو ممکن بنانے کے لیے صاحب اختیار کے صاحب کردار ہونے کو ضروری خیال کرتے ہیں مقتدر حلقے کے رویوں پر فیض کی گہری نظر رہی بلاشبہ فکر فیض انسانیت کا غرور ہے۔

یوں تو فیض کے ''صلیبیں مرے دریچے میں'' شامل خطوط ان کی اہلیہ کے نام ہیں لیکن ان خطوط میں وہ اپنے اردگرد بسنے والے انسانوں کو نصیحت بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں: ''لازمی بات یہ ہے کہ اپنی ہمت، محبت اور نیکی میں فرق نہ آنے پائے اور انسان تلخی، کمینگی اور کم حوصلگی کا شکار نہ ہو جائے۔'' (13) انسانی حقوق کے علمبردار فیض نے بقائے باہمی کے لیے جو اصول وضع کیے ان میں خلوص، بھلائی اور حوصلہ مندی سر فہرست ہیں کلام فیض کی طرح ان کے خطوط کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں اخلاقی اقدار کے معاشرے سے رخصت ہونے کا بڑا افسوس ہے ان کا کہنا ہے کہ انسانی عظمت کا تقاضا ہے کہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں انسان کو اخلاق رذیلہ سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ فرد کی شخصیت کو داغدار کر دیتے ہیں اور ایسا فرد معاشرے کے لیے ناسور بن جاتا ہے فیض اخلاق فاضلہ کو انسانی زندگی کے حسن سے تعبیر کرتے ہیں اخلاقیات پر عمل ہی قومی ترقی کا زینہ ہے اچھے اخلاق و کردار سے ہی اختلاف وانتشار سے بچا جا سکتا ہے اگر کسی معاشرے میں باہمی ادب واحترام کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو تنزلی اس سوسائٹی کا مقدر ٹھہرتی ہے فیض اپنی تخلیقات کے ذریعے اپنی سوسائٹی کو مکارم اخلاق سے مزین کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے وہ سوسائٹی میں اچھے رویوں کی پرورش بذریعہ لوح و قلم کرتے رہے کلام فیض ہو یا خطوط فیض ان میں انفرادیت کی بجائے اجتماعیت کا

رنگ غالب ہے ان کے ہاں اپنی ذات کی نمائش کی خواہش نظر نہیں آتی وہ اجتماعی احساسات وجذبات، مصائب و آلام اور خوبصورتیوں اور بدصورتیوں کی بات کرتے ہیں۔

انسان سے بے پناہ محبت کرنے والے فیض اپنے ایک خط میں اعلان کرتے ہیں ''ہم نفرت اور تنگ نظری کے خلاف انسان دوستی اور اخوت کی عالمگیر جہد وجہد میں شامل ہیں"(14) انقلاب روس کے بعد اہل فکر و دانش کمیونزم کی جانب متوجہ ہوئے عالمی کساد بازاری کے گہرے ہوتے سائے میں برصغیر میں ترقی پسند تحریک کا آغاز چند دانش وروں نے کیا فیض بھی ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہوگئے انہوں نے عوام کی بدحالی، طبقاتی کشمکش اور استحصالی رویوں کی مذمت کی ایک خاص نظریے کو اسالیب اظہار میں ڈھال کر اسے جمالیاتی حسن کے ساتھ پیش کرنا فیض کا معجزہ ہے انہوں نے شاعری کو بطور ہتھیار اور شاعر کو بحیثیت نجات دہندہ پیش کیا یوں وہ انسانی حقوق کے تحفظ اور ناموس انسانیت کی علمبردار عالمی تحریک کے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے فیض انسانی اقدار کے محافظ بھی ہیں اور امین بھی محبت اور اخلاص نے ان کے لہجے کو والہانہ پن عطا کیا وہ انسان کی فلاح و بہبود اور وقار کے لیے آواز اٹھانے والے ترقی پسند ادیب کہلائے انہوں نے انسانوں سے عشق کے قصے سنائے اور محبت کے کینوس کو وسیع تر کر کے ایک نئے فکر کی بنیاد رکھی وہ ایک دردمند دل رکھنے والے حساس انسان ہیں جو انسان کی فلاح و بہبود اور بحالی وقار کی اجتماعی جدوجہد کا حصہ بنے ان کے مخالفین جانتے تھے کہ فیض نفرت اور عداوت پر یقین نہیں رکھتے اس کے باوجود انہیں مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا انہوں نے پوری زندگی اپنے مفادات کو بالائے طاق رکھ کر مفاد پرست اور انسانی تحقیر میں ملوث ٹولے کو للکارا ان کے سیاسی شعور نے انہیں ناانصافی کے خلاف مزاحمت کا استعارہ بنادیا۔

''صلیبیں مرے دریچے میں''، فیض کے خطوط کا مجموعہ ہی نہیں ایک جاندار اور بھرپور آدمی نامہ بھی ہے ان کے یہ خطوط فکر انگیز ہیں وہ تمام زندگی انسانوں کے آنسوؤں کو خوشی کے آنسوؤں میں بدلنے کے لیے کوشاں رہے وہ بنجر انسانوں میں رہتے ہوئے دشت میں پھول کھلانے کی تگ و دو کرتے رہے خون دل میں انگلیاں ڈبو کر وفا کی داستان رقم کرتے رہے اور ایک دنیا کو حیران کرتے رہے۔ ''صلیبیں مرے دریچے میں'' کے خطوط اس باکمال شاعر کی فکر تک رسائی کے اہم وسیلے ہیں جن میں انسان اور انسانیت کا موضوع اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جگمگا رہا ہے۔

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

حوالہ جات وحواشی

1۔ فیض احمد فیض، مرتبہ: مرزا ظفر الحسن، صلیبیں مرے دریچے میں (دہلی: اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس، 1971)، ص25
2۔ ایضاً، ص141
3۔ ایضاً، ص119
4۔ ایضاً، ص117
5۔ ایضاً، ص26
6۔ ایضاً، ص47
7۔ ایضاً، ص96
8۔ ایضاً، ص63
9۔ ایضاً، ص88
10۔ ایضاً، ص124
11۔ ایضاً
12۔ ایضاً، ص46
13۔ ایضاً، ص166
14۔ ایضاً، ص144

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/